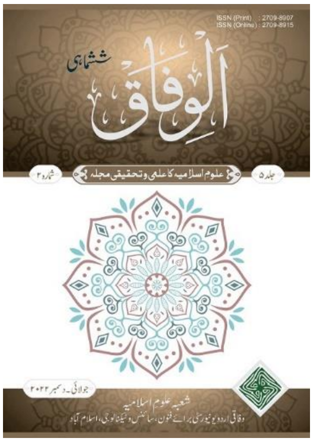

Al-Wifaq Research Journal of Islamic Studies
Volume 5, Issue 2 (July - December 2022)
eISSN: 2709-8915, pISSN: 2709-8907
Journal DOI: https://doi.org/10.55603/alwifaq
Issue Doi: https://doi.org/10.55603/alwifaq.v5i2
Home Page: https://alwifaqjournal.com/
Journal QR Code:

Article

اتحاد امت میں دینی مدارس کا کردار اور سید ابوالحسن علی ندویؒ کی فکر کا تجزیاتی مطالعہ

The Role of Dīni Madāris in the Unity of the Ummah and Syed Abu al-Hasan Ali Nadvi's Thought: An Analytical Study

Authors: Hafiz Atiq Ur Rehman Gorchani

Affiliations: Jamia Ashab-e-Suffa, D.G. Khan, Pakistan.

Published: 31 December 2022

Article DOI: https://doi.org/10.55603/alwifaq.v5i2.u2

QR Code

Citation: Atiq Ur Rehman Gorchani, “اتحاد امت میں دینی مدارس کا کردار اور سید ابوالحسن علی ندویؒ کی فکر کا تجزیاتی مطالعہ The Role of Dīni Madāris in the Unity of the Ummah and Syed Abu al-Hasan Ali Nadvi's Thought: An Analytical Study,” Al-Wifaq 5, no. 2 (2022): 21–42, https://doi.org/10.55603/alwifaq.v5i2.u2

Copyright Information: The Role of Dīni Madāris in the Unity of the Ummah and Syed Abu al-Hasan Ali Nadvi's Thought: An Analytical Study © 2022 by Hafiz Atiq Ur Rehman Gorchani is licensed under CC BY 4.0

Publisher Information: Department of Islamic Studies, Federal Urdu University of Arts Science & Technology, Islamabad, Pakistan.

Indexing

اتحاد امت میں دینی مدارس کا کردار اور سید ابوالحسن علی ندویؒ کی فکر کا تجزیاتی مطالعہ

The Role of Dīni Madāris in the Unity of the Ummah and Syed Abu al-Hasan Ali Nadvi's Thought: An Analytical Study

حافظ عتیق الرحمٰن گورچانی

پرنسپل جامعہ اصحاب صفہ، ڈی جی خان، پاکستان

ABSTRACT:

In this article, it has been explained the importance, necessity and usefulness of the unity of the Ummah and its requirements in the light of the Qur'an and Sunnah of the Prophet (SAW). Similarly, the causes and the implications of the differences were recorded and their remedies were discussed in the light of the Holy Qur'an, the teachings of the Prophet and the Sayings of the Companions.

The Scholars' role has been highlighted as they proposed a formula for the unity of Ummah by elaborating on the style of prophetic da'wah and a way of unity and harmony has also been mentioned.

In this article, an attempt has been made to state that the Muslim Ummah can remain united in spite of their ijtihad, jurisprudential and theological differences, but it requires determination. Let the people of the ummah renounce personal aims and objectives, interests, ignorance and love of wealth and adopt the guiding principles between the Qur'an and Sunnah and join the fight for unity. If Muslims start using all their abilities against the enemies of Islam, disbelief, atheism, heresy and immorality, then they will not get a chance to get entangled in the sub-differences. Move your pen and tongue to achieve this, thanks to which the Muslim Ummah will be able to restore its greatness.

KEYWORDS:

Dīni Madāris, Unity, Syed Abu al-Hasan Ali Nadvi, Muslim Ummah

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين وعلى آله واصحابه الطيبين. اما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم، واعتصموا بحبل الله جميعا والا تفرقوا، وقال النبي ﷺ لا فضل لعربي على عجمي او كما قال عليه الصلاة والسلام- اما بعد.

اللہ تعالیٰ نے کائنات میں پہلے سے موجود مخلوقات اور ان کی اطاعت گزاری و سپردگی کے باوجود انسان کی تخلیق فرمائی اور اس کو جمیع مخلوقات پر اس کو فضیلت عطا کر دی۔ اس کا بنیادی سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جل شانہ ایک ایسی مخلوق کو

دنیا میں آباد کرنے کا فیصلہ فرمایا جو اپنے ارادہ و اختیار سے تمام تر سہولت و آسانی اور کثرت نعمتوں کے باوجود دنیا کی چمک کا اسیر ہونے کی بجائے خالص اللہ کی رضا کی خاطر خود کو ہر وقت نافرمانی سے دور رکھے اور اگر کہیں غلطی سرزد ہو بھی جائے تو فوراً اللہ کی طرف صدق دل سے متوجہ ہو کر ندامت کا اظہار کرتے ہوئے توبہ کر لے۔

دنیا میں آباد ہونے کے بعد انسان نے بے شمار اختلاف و انتشار اور فساد بپا کرنے کے ساتھ بہت سی بے اعتدالیاں کیں جن سے منع کرنے اور روکنے کے لئے انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوتے رہے کہ انسانیت کو عہد الست یاد کرائیں اور انسان درست طریق پر گامزن ہو جائے۔ چھٹی صدی عیسوی میں اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزمان رحمت للعالمین حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ مولانا سید ابو الحسن علی ندوی رقمطراز ہیں:

"چھٹی صدی عیسوی میں ایک نئی وحدت کی بنیاد ڈالی گئی اور اس وحدت کی بنیاد اللہ کی وحدانیت کے عقیدہ، نوع انسانی کی ہمدردی کے جذبہ، عدل و مساوات کے اصول اور انسانوں کی خدمت کے عزم و ارادہ پر تھی"۔[1]

آقائے دو عالم ﷺ پر کتاب ہدایت قرآن کریم کو نازل فرمایا جو رہتی دنیا تک کے انسانوں کے لئے رہنما کتاب ہے اس میں اتحاد و اتفاق کی اہمیت اور اس کے اصولوں کو جابجا بیان کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں انسانوں کا باہمی رشتہ کو بیان فرمایا کہ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَٰكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَٰكُمْ شُعُوبًا وَقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوٓا۟ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ ٱللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ[2] کہ لوگوں کو پیدا کیا گیا مرد و عورت سے اور پھر ان کو قبائل اور گروہوں میں تقسیم کر دیا گیا تاکہ شناوری ہو پائے اور اللہ کے ہاں عزت تو پرہیز گاروں ہی کی ہے۔ اسی طرح حدیث رسول ﷺ بھی ہے کہ "يا أيُّها الناسُ إنَّ ربَّكمْ واحدٌ ألا لا فضلَ لِعربيٍّ على عجَميٍّ ولا لِعجَميٍّ على عربيٍّ ولا لأحمرَ على أسْودَ ولا لأسودَ على أحمرَ إلَّا بالتَّقوَى"[3] کہ کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور کسی عجمی کو عربی پر بھی کوئی فضیلت نہیں اور اللہ کے یہاں عزت تو صرف اس کو حاصل ہے جو اللہ سے ڈر جائے۔

مقالہ ہذا میں اتحاد امت کی ضرورت و اہمیت اور مدارس کے مطلوبہ کردار پر گزارشات پیش کی گئی ہیں۔ مقالہ تین مباحث پر مشتمل ہے۔ مبحث اول میں "اتحاد امت کی ضرورت و اہمیت" کو قرآن کریم اور سیرت طیبہ کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ مبحث دوم میں "اختلاف کے اسباب و آداب" کو قرآن و سنت کی روشنی میں بیان کرنے کے ساتھ سید ابو الحسن

1۔ سید ابو الحسن علی ندوی، حدیث پاکستان (کراچی: مجلس نشریات اسلام، ۱۹۷۹)، ۲۶.

۲۔ القرآن، سورۃ الحجرات، ۴۹:۱۳.

۳۔ أبو بکر أحمد بن الحسين البيهقي، شعب الإيمان، تحقیق: أبو هاجر محمد السعيد بن بسيوني زغلول (بیروت: دار الکتب العلمية، ۲۰۰۰)، ۲۸۹/۴.

علی ندویؒ اور معاصر علماء کی آراء کو پیش کیا گیا ہے اور مبحث سوم میں "اتحاد امت میں مدارس اور اہل مدارس کے کردار" کو اجاگر کرنے کے لئے قرآن وسنت کے رہنما اصول کے ساتھ سید ابو الحسن علی ندوی اور معاصر علماء کی فکر کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ مقالہ کہ آخر میں خلاصہ وسفارشات درج کی گئی ہیں۔

مبحث اول: اتحاد امت کی ضرورت واہمیت

فطرت سلیم کا تقاضا ہے کہ انسان میں اتحاد واتفاق قائم رہے کیونکہ انسان تنے تنہا دنیا میں پر مسرت زندگی بسر کرنے سے عاجز ہے۔ فطرتی طبیعت کے میلان کی جانب ملتفت ہوتا ہے اور دوسرے انسانوں والد، خاوند، اولاد اور استاد اور دوست وغیرہ کے ساتھ حسب درجہ وضرورت تعلق قائم رکھتا ہے۔ ایسے میں جب دو انسان آپس میں ربط قائم کرتے ہیں تو ان میں اختلاف فکر ونظر کا جمع ہو جانا فطرتی امر ہے اور اختلاف طبیعت وفکر کا پیدا ہونا فی نفسہ بری چیز نہیں ہے تاہم جب یہی اختلاف نزاع وصراع اور پھر فساد پر منتج ہو تو اس کی اسلام نے حوصلہ شکنی کی ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا"[4]۔ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں فرقہ فرقہ نہ ہو جاؤ۔

اتحاد امت اور اتفاق قرآن کی روشنی میں

اللہ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے کہ "اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً"[5] بیشک تم ایک امت ہو۔ اسی طرح قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر دو مسلمان بھائیوں میں اختلاف واقع ہو جائے تو ان میں صلح کرا دی جائے۔ "وَاِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا"[6] اللہ تعالیٰ نے قرآن میں مومن کو مومن کا بھائی قرار دیا ہے۔ "اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ"[7] اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا ہے کہ آپس میں جھگڑا نہ کرو اس کی نحوست سے تم پسپا ہو جاؤ گے اور دشمن تم سے بے خوف ہو جائے گا۔ "وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ"[8] اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اختلاف ذات وقوم سے بالاتر ہونے کی تلقین کی ہے کہ سبھی کلمہ اسلام پڑھنے والے مسلمان ہیں لہذا کوئی بھی دوسری پہچان ناقابل قبول ہے "هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ"[9] اسی طرح قرآن کریم میں نیکی اور بھلائی کے کاموں میں باہم مدد کا حکم دیا گیا ہے جبکہ گناہ و برائی کے امور میں تعاون سے منع فرمایا گیا ہے۔ "تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ

۴۔ القرآن، سورۃ آل عمران، ۳:۱۰۳

۵۔ القرآن، سورۃ الانبیاء، ۲۱:۹۲

۶۔ القرآن، سورۃ الحجرات، ۴۹:۹

۷۔ القرآن، سورۃ الحجرات، ۴۹:۱۰

۸۔ القرآن، سورۃ الانفال، ۸:۴۶

۹۔ القرآن، سورۃ الحج، ۲۲:۸۷

وَالْعُدْوَانِ"[10]۔اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ وقت یاد کریں جب تم ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے اب تم کو باہم بھائی بنادیا گیا ہے۔وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا۔[11]

اتحادو اتفاق احادیث کی روشنی میں

سرور کونین پیغمبر ﷺ کے متعدد فرامین ہیں کہ سب انسان آدم کی اولاد ہیں،"كلكم بني آدم"اور رسول رحمت ﷺ نے فرمایا ہے کہ کسی انسان کو دوسرے انسان پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کی بنیاد پر۔اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی دوسرے پر قوم قبیلہ کی بنیاد پر فخر کرے تو اس کو یہ جواب دو"مَنْ تَعَزَّى بِعَزَاءِ الْجَاهِلِيَّةِ، فَأَعِضُّوهُ، وَلَا تَكْنُوا"[12]۔ایک بار ایک صحابی کو فرمایا جنہوں نے دوسرے صحابی کو کہا تھا کہ تم تو حبشی ماں کے بیٹے ہو۔اس واقعہ کا علم آپؐ کو ہوا تو آپؐ نے فرمایا"إنكَ امرؤٌ فيكَ جاهلية"[13]

حضرت معاذؓ کو رسول اللہؐ نے یمن روانہ فرمایا تو فرمایا کہ "نرمی کرنا، سختی نہ کرنا، خوش خبری سنانا، متنفر نہ کرنا، مل جل کر رہنا، باہمی اختلاف سے بچنا"[14]

صحابہ کرام کہ یہاں اتحاد و اتفاق کی اس قدر اہمیت تھی کہ اگر علمی مسئلہ پر بھی اختلاف ہوا تو اس کو ناپسند کیا گیا کہ اس میں وقت ضائع ہونے پائے۔ایک موقع پر حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ آپس میں ایک معاملہ پر جھگڑا کر رہے تھے تو حضرت عمر فاروقؓ نے دونوں اصحاب کو اختلاف میں الجھنے سے منع فرمایا اور دونوں کے درمیان مسئلہ حل فرمانے کے بعد فرمایا کہ اگر میں نے دوبارہ کسی کو اس طرح جھگڑتے دیکھا تو اس کی سرزنش کروں گا۔

انسانی معاشرہ کو باہم معاون و مددگار ہونا چاہیے۔ایک موقع پر آنحضرتؐ نے صحابہ کرام کو نصیحت فرمائی کہ "أنصر اخاك ظالماً او مظلوما"[15]صحابہ کرامؓ نے استفسار کیا کہ ظالم کی کس طرح مدد کریں تو نبی رحمتؐ نے فرمایا کہ ظالم کی مدد یہ ہے کہ اس کو ظلم کرنے سے روک دو۔

رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ مسلمان وہ شخص ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرا مسلمان محفوظ رہے "الْمُسْلِمُ مَنْ

۱۰۔القرآن، سورۃ المائدۃ،۵:۲

۱۱۔القرآن، سورۃ المائدۃ،۵:۷

۱۲۔ أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل الشيباني، مسند أحمد (بیروت:مؤسسة الرسالة،۲۰۰۱)،۳۵/۱۵۸.

۱۳۔الشيباني، مسند أحمد،۳۵/۳۴۲.

۱۴۔مولانا سراج الدین ندوی، رسول خدا کا طریق تربیت (لاہور:اسلامی پبلی کیشنز،۲۰۱۷)،۶۷.

۱۵۔سید ابوالحسن علی ندوی، حالات کا نیا رخ اور علماء و دانشور طبقہ کی ذمہ داریاں (علی گڑھ:علامہ ابوالحسن علی ندوی ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ،۲۰۱۴)،۱۰.

سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِه وَيَدِه" ١٦

حضورؐ نبی اکرم نے مومنوں کی محبت و مودت اور باہم خلوص کو اس طرح بیان فرمایا کہ گویا وہ ایک جسم کی مانند ہیں۔

"تَرَى الْمُؤْمِنِينَ فِي تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى عُضْوًا تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ جَسَدِهِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى مثل المؤمنين في توادهم و تراحمهم و تعاطفهم كمثل الجسد إذا اشتكي عضوا تداعي له سائر جسده بالسهر والحمى." ١٧

حضورؐ نے مسلمانوں کے ایمان کی تکمیل کے لئے ضروری قرار دیا ہے کہ وہ ایک دوسرے سے محبت کو لازم پکڑیں اور جنت میں اس وقت تک داخلہ ممکن نہ ہو گا تاوقتیکہ مومن ایک دوسرے محبت نہ کرتے ہوں۔ بے جا نفرت و اختلاف سے بچیں۔" لا تدخلون الجنة حتى تؤمنوا، ولا تؤمنوا حتى تحابوا، أولا أدلكم على شيء إذا فعلتموه تحاببتم؟ أفشوا السلام بينكم " ١٨

رسول اللہؐ نے مسلمان کو مسلمان کا بھائی فرمایا ہے اور ان پر ایک دوسرے کے مال، جان اور عزت کو حرام قرار دیا ہے اور اس پر ظلم کرنے اور اس کو ذلیل کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔"الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسلم، لا يظلمهُ وَلَا يَخْذُلُهُ، وَلَا يَحْقِرُهُ. اَلتَّقْوى هَاهُنَا وَيُشِيرُ إِلى صَدْرِه ثَلَاثَ مَرَّات، بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسلِمَ، كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَي الْمُسْلِمِ حَرَامٌ، دَمُهُ، وَمَالُهُ، وَعِرْضُهُ." ١٩

مندرجہ بالا مضمون تو ایک جھلک ہے وگرنہ قرآن و سنت میں انسانوں کے باہمی تعلق و فرائض و حقوق اور حسن سلوک و اخلاق کو درجنوں آیات و احادیث میں بیان کیا گیا۔

مبحث دوم: اختلاف کے اسباب و علاج

یہ بات طے شدہ ہے کہ انسان نے دوسرے انسان کے ساتھ ضرور بالضرور ربط و تعلق قائم رکھنا ہے اس کے بجز اس کی زندگی پر مسرت بسر نہیں ہو سکتی تو یہاں یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اختلاف جنس و زبان اور علاقہ، دین و ملت کے اثرات بھی اس پر ضرور مرتب ہوں گے۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ سب کے سب لوگ حق پر ہو جائیں یا سب کے سب غلط موقف پر ہوں۔ قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے۔" وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ"(٢٠)

١٦۔ أبو عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري، صحیح البخاری (بیروت: دار طوق النجاة، ١٤٢٢)، ١/١١، حدیث نمبر ١٠.

١٧۔ البخاري، صحیح البخاری، ٨/١٠، حدیث نمبر ٦٠١١.

١٨۔ أبو الحسين مسلم بن الحجاج القشيري النيسابوري، صحیح مسلم (بیروت: دار إحياء التراث العربي، ١٩٥٥)، ١/٧٤، حدیث نمبر ٥٤.

١٩۔ النيسابوري، صحیح مسلم، ٤/١٩٨٦، حدیث نمبر ٢٥٦٤.

٢٠۔ القرآن، سورۃ السجدہ، ٣٢: ١٣

قرآن واحادیث نے شریعت کے جن محکمات اور متشابہات کی وضاحت کر دی ہے اس میں تو کسی کا اختلاف قابل قبول ہی نہیں تاہم جن امور میں راجح اور مرجوح اور افضل وغیر افضل کا احتمال ہو تو ایسے میں انسان اپنی علمی وسعت ودقت نظر کی بنیاد پر رائے قائم کرنے کا مجاز ہے تاہم ایسا ہر گز نہیں وہ انسان اپنے موقف کو حق جانتے ہوئے اپنے مخالف پر طعن و تشنیع یا سب وشتم اور شرک وکفر کے فتوے صادر کرتا رہے۔

> چنانچہ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے فرمایا ہے کہ "اس امت کے ابتدائی چار سو سالوں میں رائج رہا کہ پوری امت اسلام کے اسس پر متحد رہی اور فقہی وکلامی اور دوسرے مسائل میں اختلاف کی وجہ سے ان میں تشتت وتفریق کی راہ کو اختیار نہیں کیا گیا"[۲۱]

اس قول کی روشنی میں یہ بات کہنا حق بجانب ہے کہ صحابہ کرام و تابعین اور ان کے بعد کے زمانہ کے لوگوں میں اختلاف فقہی وکلامی اور سیاسی ضرور پیدا ہوئے مگر یہ اختلافات امت میں تفرقہ وتوڑ کا سبب نہ بن سکے یہاں تک کہ حضرت عثمان غنیؓ کے خلاف بغاوت کرنے والوں کے پیچھے اہل مدینہ کو نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا اور حضرت علیؓ نے اپنے زمانے میں لڑی جانے والی جنگوں میں دونوں طرف کے شہداء کے جنازے پڑھائے اور مال غنیمت کے طور پر مال واسلحہ وغیرہ کو لوٹنے سے منع فرمایا۔ اس کا سبب یہی تھا کہ امت میں توڑ پیدا نہ ہونے پائے اور حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے مابین اختلافات سے رومیوں نے اسلامی خلافت پر لشکر کشی کا ارادہ کیا تو حضرت امیر معاویہؓ نے اس کو رومی کتے کہہ کر مخاطب کیا اور پیغام دیا اگر تم نے لشکر کشی کی تو سب سے پہلے میدان میں میرا مقابلہ کرنا ہو گا۔[۲۲]

اختلافات کے اسباب

وہ اختلافات جو انسانی معاشرہ میں پیدا ہوتے ہیں اس کو تین حصوں میں منقسم کیا جاسکتا ہے کہ اول یہ اختلاف جہالت کے سبب پیدا ہوا کہ انسان کو واقفیت ہی نہیں کہ حقیقت حال اور مقتضابات کیا ہے بغیر سوچے سمجھے اور جانے اس پر رد عمل ظاہر کر دیا جائے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ جب کبھی کوئی فاسق خبر پہنچائے تو اس پر رد عمل دینے سے قبل اس کی تحقیق کر لو مبادا غلط خبر پر کسی کو نقصان پہنچا بیٹھو پھر بعد میں پچھتاتے رہو۔"یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ"[۲۳]

عالم وجاہل کے مابین فرق کو واضح فرمایا ہے اور عالم کی فضیلت کو بھی بیان فرمایا دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ " قُلْ

۲۱۔ مفتی محمد شفیع، وحدت امت (لاہور: طارق اکیڈمی، ۲۰۰۴)، ۱۱.

۲۲۔ شفیع، وحدت امت، ۶۳-۶۴.

۲۳۔ القرآن، سورۃ الحجرات، ۴۹:۶

هَلۡ يَسۡتَوِى الَّذِيۡنَ يَعۡلَمُوۡنَ وَالَّذِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ "[۲۴] کیا صاحب علم اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں؟ اور ارشاد خداوندی ہے کہ " اِنَّمَا يَخۡشَى اللّٰهَ مِنۡ عِبَادِهِ الۡعُلَمٰٓؤُا "[۲۵] اللہ سے علم رکھنے والے ہیں ڈرتے ہیں۔ اور ارشاد ربانی ہے کہ " وَمَا يَعۡقِلُهَاۤ اِلَّا الۡعٰلِمُوۡنَ "[۲۶] ان باتوں کو علم والے ہی سمجھتے ہیں۔

جہالت

جہالت وناواقفیت ظلمت و تاریکی کا مرکز ہے اس کی ضد علم و واقفیت منبع نور ہے۔ جاہل وناواقف انسان سے دانستہ و نادانستہ غلطی سرزد ہونے پھر اس پر یقین و پختگی کے ساتھ عامل ہونے کے امکانات زیادہ ہیں۔ جہالت میں ڈوبا انسان بآسانی حق وسچ کو قبول کرنے پر راضی نہیں ہورا۔ یہی وجہ ہے قرآن کریم میں اہل علم سے کہا گیا ہے کہ جاہل اپنی جہالت وناواقفیت کی وجہ سے ضدی و عناد پسند ہوتا ہے جب محسوس کریں کہ وہ حق کا متلاشی نہیں بلکہ ہٹ دھرم اور اپنی ناواقفیت پر فخر محسوس کر رہا ہے تو اس سے دوری اختیار کرلی جائے نہ کہ اس کو برا بھلا کہا جائے کہ مبادا وہ خدائے برحق پر زبان کھول دے۔ قرآن کریم میں ارشادی جل وعلا ہے کہ " وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الۡجٰهِلُوۡنَ قَالُوۡا سَلٰمًا "[۲۷] اور ارشاد فرمایا کہ "وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدۡوًاۢ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ "[۲۸] کسی کے باطل معبود کو غلط القابات وناموں سے نہیں پکارنا چاہیے کہ جاہل لوگ نادانستگی میں معبود حقیقی کی توہین کے مرتکب ہو بیٹھیں گے۔

تعصب

دوسرا اختلاف یہ ہے کہ انسان تعصب وانانیت کی بنا پر مصر رہے کہ جو کچھ وہ کہہ اور کر رہا ہے یہی ہی حق ہے اس کے علاوہ سب غلط ہے۔ اختلاف تعصب انفرادی اور جماعتی دونوں نوعیت کا ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے کہ منافق سے جب کہا جائے کہ اللہ سے ڈرو تو وہ مارے غرور کے اس پر ڈٹا رہتا ہے ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے۔ "وَاِذَا قِيۡلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتۡهُ الۡعِزَّةُ بِالۡاِثۡمِ فَحَسۡبُهٗ جَهَنَّمُ "[۲۹]

زندگی میں ایسے مواقع کئی بار پیش آتے ہیں کہ انسان کا اختیار کردہ موقف غلط ثابت ہوتا ہے لیکن وہ اس کو صرف اپنی

۲۴۔ القرآن، سورۃ الزمر، ۹:۳۹

۲۵۔ القرآن، سورۃ فاطر، ۲۸:۳۵

۲۶۔ القرآن، سورۃ العنکبوت، ۴۳:۲۹

۲۷۔ القرآن، سورۃ الفرقان، ۶۳:۲۵

۲۸۔ القرآن، سورۃ الانعام، ۱۰۸:۶

۲۹۔ القرآن، سورۃ البقرۃ، ۲۰۶:۲

انا اور عصبیت کی وجہ سے اختیار نہیں کرتا جس کی بدولت معاشرے میں انتشارات و فساد برپا ہو جاتا ہے۔[30]

جبکہ اسلام میں ہمہ جہتی عصبیت کے حاملین کی سخت سرزنش کی ہے اس سے اجتناب کا حکم دیا ہے مگر فی زمانہ تہذیبی و لسانی تعصب اور صوبائی و علاقائی تعصب کے مضمرات کو پاکستانی عوام سے زیادہ کون جانتا ہے کہ عصبیت کی بھینٹ چڑھ کر ملک دولخت ہوا اور پاکستان کا ایک بڑا حصہ بنگلہ دیش میں تبدیل ہو گیا۔ اسلام نے عصبیت کے رویوں کو جاہلیت سے منسوب کیا ہے اور رسول اکرمؐ نے تعصب کو شہ دینے والوں کی شدید الفاظ میں مذمت کی ہے جیسے حدیث نبویؐ ہے کہ "مَنْ تَعَزَّى بِعَزَاءِ الْجَاهِلِيَّةِ، فَأَعِضُّوهُ، وَلَا تَكْنُوا"[31] (جو کوئی شخص جاہلیت کا نعرہ لگائے اس کو باپ کی گالی دی جائے اور کنایہ سے کام بھی نہ لیا جائے)۔ ہر فرد مسلم جانتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بغیر وحی کے کوئی بات ارشاد نہیں فرماتے تھے تو اس مذکورہ حدیث سے عصبیت کی مذمت کا عنصر کس درجہ نمایاں ہو رہا ہے۔ عصبیت کی آگ نے مسلم حکومتوں ہی نہیں بلکہ انسانی معاشرے کو دیمک کی طرح چاٹ کر خاکستر کر دیا۔ علماء کرام مسلم معاشرے میں اس قبیح رسم سے نفرت و بیزاری کا درس علمی و عملی ہر دو اعتبار سے دینا چاہیے۔[32]

علماء و تعلیم یافتہ کی تقسیم

تعلیم کو دو حصوں میں بادل ناخواستہ تقسیم کر دیا گیا ہے یعنی دینی و عصری علوم، اس تقسیم کی بنا پر دونوں کے الگ الگ تعلیمی مراکز بھی قائم کر لیے گئے ہیں، ہر ایک اپنے نصاب کو جامع اور صحیح تصور کرتا ہے جبکہ دوسرے کو تنقید کا نشانہ بناتا ہے، اس وجہ سے معاشرہ میں اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد ور علماء کی الگ حیثیت مختص کر دی گئی ہے اور اس کے ساتھ ہی معاشرہ متحیر رہتا ہے کہ اصل میں اس کی زمامِ رہبری و رہنمائی کس نے سنبھالنی ہے جبکہ علماء کی جانب سے بے دین و ملحد اور فسق و فجور کے لقب سے دنیوی علوم کے فضلا کو پکارا جاتا ہے، دوسری جانب تاریک خیال، ناواقفیت و ابلہی پن کا طعنہ علماء کو کی جانب سے دیا جاتا ہے جس کی بدولت مسٹر و ملا میں دوری روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ گذشتہ کئی دہائیوں سے یہ دونوں فریق ایک دوسرے سے دور ہو چکے ہیں۔[33]

اختلاف مفادات

عام انسان سے اگر یہ غلطی سرزد ہو جائے کہ وہ امت میں توڑ کا باعث بن رہا ہے تو بھی یہ عمل ناقابل قبول ہے مگر جب یہی عمل جاہ و مال کی محبت اور حسد و بغض میں گرفتار ہو کر کوئی دیندار انسان یعنی عالم دین یا دین والوں کی نمائندگی کرنے

۳۰۔ پروفیسر حبیب اللہ چشتی، امت مسلمہ کا عروج و زوال (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۲۰۱۵)، ۱۰۹.

۳۱۔ الشیبانی، مسند أحمد، ۳۵/۱۵۸.

۳۲۔ سید ابو الحسن علی ندوی، تحفہ پاکستان (کراچی: مجلس نشریات اسلام، ۱۹۸۴)، ۷۶.

۳۳۔ مولانا مناظر احسن گیلانی، پاک و ہند میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، س ن)، ۲۳۸-۲۳۷.

والے سے سرزد ہو جائے تو یہ خطرناک ترین امر ہے سادہ لوح مسلمان تو دین کے متعلق مخلص اور بے لوث ہیں اور دین کی خاطر اپنا تن من دھن لوٹانے کو تیار بھی مگر معدودے چند لوگ دین کا نام لیکر یا دین کا لبادہ اوڑھ کر عوام کی سادہ لوحی کا مذاق اڑاتے اور دھوکہ دیتے ہیں اور مفاد پرستی، عیاری و فن کاری کے ذریعہ سے دین کا چہرہ مسخ کر کے پیش کرتے ہیں جس میں ان کی ذاتی و جماعتی مفادات وابستہ ہوتی ہیں۔[۳۴] ضرورت تو اس بات کی ہے کہ اپنی ذات و جماعت کے مفادات کو امت کے مفاد پر قربان کر دیا جائے۔

عقائد و فقہ کے باب میں معمولی اختلاف کی وجہ سے مدمقابل دو کانفرنسیں سیرت النبی پر محمد رسول اللہ اور یا رسول اللہ الگ الگ کانفرنسیں منعقد کی جاتی ہیں۔ ایسے میں علماء کرام کو ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کے کردار کو پیش نظر رکھیں کہ انہوں نے اپنے زمانے میں کس طرح مرہٹوں کی بیخ کنی اور دین اکبری کے سدّباب کے لئے بے لوث کردار ادا کیا کہ ان کو اس سے تعلق نہیں رہا کہ مسلم معاشرہ کی فلاح و صلاح کا کام ہو جائے اور اس کا سہرا ان کے سر سج جائے۔[۳۵]

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جماعتی نوعیت کا اختلاف زہر قاتل ہے کہ انسان حق بات کو اختیار کرنے سے اس لئے مجتنب رہتا ہے کہ وہ کہنے والی جماعت اس کی اپنی جماعت نہیں بلکہ دوسری جماعت کے لوگ حق بات ہی کیوں نہ کر رہے ہوں اس کو قبول نہیں کیا جاتا۔ قرآن کریم میں اللہ جل شانہ نے واضح حکم دیا ہے کہ بھلائی و خیر خواہی کے کام میں آپس میں تعاون کرو اور نافرمانی و گناہ کے کام میں ایک دوسرے کا ہاتھ بٹانے کی ضرورت نہیں۔[۳۶]

ہونا تو یہی چاہیے کہ علماء کرام اور دانشور دین کی حقانیت و بالادستی و غلبہ کے لئے ذاتی و جماعتی اور مسلکی مفادات کو ترک کر دیں۔ دور جدید کے تعلیم یافتہ نوجوان علماء کی زندگیوں کا باریک بینی سے جائزہ لیتے ہیں اور ان کے سامنے اگر علماء باہم دست و گریبان ہونگے تو اس کا بدیہی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ نوجوان دین سے متنفر ہو جاتا ہے کہ علماء کے مابین اتحاد و اتفاق نہیں اور وہ دین کے کام کو سرانجام دینے میں خود نمائی کو فوقیت دیتے ہیں تو ان سے خیر و فلاح کی توقع بے سود ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے ایک موقع پر مجلس میں یہ کہہ دیا کہ ایک غزوہ میں ہم شریک ہوئے تو اس میں ہمارے پاؤں پر چھالے پڑ گئے تو پھر ہم نے چیتھڑے پاؤں پر باندھ لیے۔ یہ کہہ کر وہ فوراً حزین و غمگین ہو گئے کہ یہ میں نے کیا کہہ دیا کہیں اللہ تعالیٰ کو یہ جملہ ناپسند ہو گیا تو ساری جدوجہد رائیگاں ہو جائے گی[۳۷]۔ غازی محمد دھرم پال نے اپنی ایک تقریر میں کہا ہے کہ علماء

۳۴۔ چشتی، امت مسلمہ کا عروج و زوال، ۱۱۲.

۳۵۔ ندوی، تحفہ پاکستان، ۷۰-۷۲.

۳۶۔ القرآن، سورۃ المائدۃ، ۵:۲

۳۷۔ البخاري، صحیح البخاری، ۵/ ۱۱۳، حدیث نمبر ۴۱۲۸

کرام و مشائخ عظام کو خود نمائی کا اس قدر شوق ہو چلا ہے کہ وہ یہ کہتے نہیں تھکتے کہ ان کی حق پرستی پر اتنے لوگ مسلمان ہوئے۔[۳۸] اس بحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ خود نمائی و برتری سے احتراز کرنا ضروری ہے۔

جمود کو توڑنے والے خود جمود کا شکار

افسوس ناک امر ایک یہ بھی ہے کہ انسانی معاشرہ میں جمود و تنگ مزاجی کے خلاف بہت سے افراد اور تحریکیں منشہ شہود پر آئیں مگر افسوس ان افراد و جماعتوں کے متعلقین و حاملین خود جمود کا شکار ہو گئے کہ انہوں نے اپنے شیخ و مکتب کی بات کو ہی حق اور منزل من اللہ کا درجہ دیگر دوسرے علماء و مشائخ کی بات کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔[۳۹]

ایسا بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ دو علماء کسی ایک مسئلہ میں مختلف رائے قائم کر بیٹھے اور حق کو صرف اس بنا پر قبول کرنے سے محترز رہتے ہیں کہ ان کے نمازی کیا کہیں گے اور ان کی جماعت کیا کہے گی اس بنیاد پر وہ اپنے غلط موقف پر ڈٹا رہتا ہے۔ یہ اہل ایمان کا شیوہ نہیں ہے بلکہ علماء سوء کا وطیرہ اور شعار ہے۔ علماء کرام کو تو امت کو متحد و متفق رکھنے کی سبیل ہموار کرنی چاہیے نہ کہ ملت اسلامیہ کو شیرازہ بندیوں میں الجھایا جائے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ جو اپنی جان کو رضا الٰہی کے لئے بیچ دے تو اس کو اللہ کی مہربانی حاصل ہوتی ہے۔[۴۰]

اختلاف کے مضرات

اختلاف فکر و نظر کے بارے میں صحابہ و تابعین کا طرز عمل قابل تقلید ہے تاہم سنت و بدعت کی تشریح اور اس میں واقع ہونے والے اختلاف کو باریک بینی سے حل کرنے کی ضرورت ہے۔ گروہ بندی و جماعت سے وابستگی اگر اس بنیاد پر ہو کہ اس کے ذریعہ سے اجتہادی مسائل، تعلیمی اور عملی جہود میں آسانی کا سامان تلاش کیا جائے تو یہ اختلاف مذموم نہیں بلکہ محمود ہو گا۔ مگر جب گروہ بندی اور جماعت و کسی بزرگ سے وابستگی کا یہ مقصد ہو کہ حق صرف انہیں کے ساتھ وابستہ رہنے میں ہے باقی سب باطل تو اس کے سبب جنگ و جدل، سب و شتم اور اپنے مخالف کو کافر و مشرک اور فاسق وغیرہ کہنے کو دین کی خدمت سمجھنا باعث تشویشناک ہے۔ یاد رہنا چاہیے کہ امت کے علماء میں فرعی اور فروعی مسائل کا حل دنیا کی زندگی اور آخرت میں نکالنا ناممکن ہے کہ ان مجتہدین کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں قبولیت عطا کی ہے اگر وہ اس میں سے کسی مسئلہ میں غلط بھی ہوئے تو اللہ تعالیٰ ان کی دنیا کی طرح آخرت میں بھی پردہ داری فرمائے گا۔[۴۱]

مسلم معاشرہ میں جب، علماء کا باہمی اختلاف، علماء کا عوام سے رابطہ منقطع، لوگوں کے دلوں میں مال و زر کی اندھی

۳۸۔ سید ابو الحسن علی ندوی، دعوت فکر و عمل (لکھنو: مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، ۲۰۰۳)، ۸۶-۹۰.

۳۹۔ سید ابو الحسن علی ندوی، اسلامی بیداری (اسلام آباد: دعوۃ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، ۲۰۰۵)، ۱۸-۱۹.

۴۰۔ القرآن، سورۃ البقرۃ، ۲:۲۰۷

۴۱۔ شفیع، وحدت امت، ۳۹-۴۰.

محبت، معاشرے کی جانب سے اخلاقی صفات سے تہی دامنی، حب جاہ و منصب اور اشاعت اسلام کے فریضہ سے روگردانی اختیار کی تو پھر مدینۃ الزہراء اور قلعہ الحمراء کی تاریخ المناک تاریخ جنم لیتی ہے، اسی طرح بخارا و سمرقند کی تاریخ بھی عبرت ناک تاریخ سے عبارت ہے۔ حضرت شیخ احمد سرہندی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ جلال الدین اکبر کی اسلام سے بے رخی کی بنیادی وجہ اس وقت کے علماء کرام کی خواہشات دنیاوی، باہمی نزاعات، اور دوسروں پر خود کو ترجیح دینے کی کوشش کا بنیادی دخل تھا کہ علماء مرغوں کی طرح علمی موضوعات پر مباحثہ کیا کرتے تھے۔[۴۲]

اسلام پر حملوں سے اعراض

جو احباب امت میں فروعی اور فرعی اختلافات کو شہ دینے میں مصروف عمل ہیں وہ بھول جاتے ہیں کہ امت اسلامیہ پر چہار جانب سے دشمن حملہ آور ہے اور ان کو باہمی اختلاف میں محو ہونے کی بجائے امت کو جوڑنے اور ان کی اصلاح کی سعی کرنی چاہیے۔ دشمنان اسلام اس امر سے بے پرواہ ہے کہ کون دیوبندی، کون بریلوی، کون سنی یا کون شیعہ یا کون اہلحدیث ہے بلکہ وہ صرف اور صرف مسلمانوں اور اسلام کے خلاف کمربستہ ہیں۔ کہیں عیسائیت کی پرچار کی صورت میں، کہیں سوشل ازم، سیکولرازم، کیپٹل ازاور کیمونزم کی صورت میں مسلمانوں کے ایمان و اعتقاد کو بگاڑنے کی کوشش کی جاتی ہے تو کہیں پر اسلام کے نام لیواؤں میں الحاد و نفاق کو پروان چڑھایا جاتا ہے کہ جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں کو فتنوں اور اسلام کی من چاہی تشریح و تفسیر کرنے والے قادیانیوں، پرویزیوں وغیرہ سب کی سرپرستی اقوام مغرب کھلم کھلا کرتی نظر آتی ہے، اور یہی نہیں فحاشی و عریانیت اور مادر پدر آزادی کے جدید تر ذرائع و وسائل پیدا کرکے مسلم نوجوانوں کو کمپیوٹر، موبائل اور انٹرنیٹ کے ذریعہ فحش و حرام کاموں میں محو ہونے کا سامان مہیا کر دیا گیا ہے۔ جبکہ خود کلمہ اسلام پڑھنے والے یہ بھول جاتے ہیں کہ اسلام صرف عقیدہ و عبادت کا ہی نام نہیں بلکہ معاملات کی درستگی اور اچھے اخلاق بھی نبوت کا ورثہ ہیں ان کو اختیار کرنے کی بجائے نماز و قرآن پڑھنے کے ساتھ ساتھ دھوکہ دہی، جھوٹ، فریب، سود خوری و رشوت خوری، بہن بیٹیوں کی وراثت سلب کرنا، اور کمزور پر ظلم و جور کرنے کو معیوب نہیں سمجھا جاتا۔[۴۳]

اسلام کے اصول بنیادی پیغام کی دعوت دینے اور اسلام پر ہونے والے حملوں کو روکنا اور ان کا بروقت محاسبہ کرنا ہی علماء کا فرض منصبی ہے۔ فروعی مباحث میں الجھ کر تخریب کاری، عصبیت و غلو کا شکار ہو جانا کسی طور پر دین کی خدمت نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے غلو سے اجتناب کرنے کا حکم فرمایا ہے "ایاکم والغلو في الدين فإنما هلك من كان قبلكم بالغلو في الدين"[٤٤]

۴۲۔ ندوی، دعوت فکر و عمل، ۸۹-۹۱۔

۴۳۔ شفیع، وحدت امت، ۴۱.

۴۴۔ الشیبانی، مسند أحمد، ۲۰/ ۳۴۷.

علماء کے اختلاف کی حقیقت

اختلاف کا پیدا ہونا فطری بات ہے دو یا دو سے زیادہ افراد کہیں پر بھی مجتمع ہوں تو اختلاف واقع ہو جاتا ہے۔ تاہم علماء کرام کے اختلاف کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ چند فقہی و کلامی موضوعات میں ان کے مابین اختلاف جو رونما ہو جاتے ہیں وہ قابل تصفیہ ہیں کہ ان سے متعلق علمی انداز سے گفتگو کی جائے مگر مسئلہ اس وقت باعث تشویش بن جاتا ہے جب عقائد و عبادات اور معاملات و اخلاق کے جمیع مشترک و متفق سے اعراض کرتے ہوئے صرف چند اختلافی مسائل کے نام پر معاشرہ میں یہ سوچ پروان چڑھادی گئی ہے کہ علماء ہی آپس میں متحارب و مختلف ہیں تو ہم کیا کر سکتے ہیں اور یہ کوشش صرف اس لئے کی جاتی ہے تا کہ اسلام کی بین و محکم تعلیمات پر عمل سے راہ فرار اختیار کر لیا جائے۔[۴۵]

امت کی زوال کا سبب

شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ نے مالٹا کی اسیری کاٹنے کے بعد دارالعلوم دیوبند تشریف لائے تو انہوں نے طلبہ سے خطاب کیا اور اس میں بیان کیا کہ ہم نے تعلیم و تعلم اور دعوت وارشاد میں اور مسلمانوں کی عظمت رفتہ کو بحال کرنے کی انتھک کوشش کی ہے۔ تاہم تمام جدوجہد اور مالٹا کی اسیری کی بعد جو خلاصہ ہمارے سامنے آیا ہے کہ امت روبہ زوال کیوں ہے تو اس کے دو بنیادی اسباب ہیں ایک یہ کہ مسلمانوں نے قرآن سے عملاً دوری اختیار کی ہوئی ہے کہ قرآن کے پیغام و دعوت کو نہیں سمجھتے اور دوسرا یہ کہ امت فرقہ پرستی میں مبتلا ہو کر داخلی انتشار و فساد سے دوچار ہے۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ قرآن کی تعلیم اس کی تفہیم کے ساتھ عام کی جائے اور آپس کے فرعی و فروعی اختلافات کو ضبط میں لایا جائے۔[۴۶]

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ دسویں صدی ہجری میں ہندوستان کا علمی و دینی حلقہ اخلاقی امراض سے دوچار ہو گیا اور اہل علم دولت پرستی و منصب پسندی، باہمی بغض و عناد، اور عہدہ و منزلت حاصل کرنے میں جاری کشمکش کی کوششوں نے مسلمانوں کی انفرادی و اجتماعی حالت کو افسوسناک بنادیا۔ یہ اس لئے پیش آئی کہ اس وقت کے علماء بادشاہوں کی کاسہ لیسی میں مصروف عمل ہوتے ہوئے اخلاقی بے راہروی سے دوچار تھے۔ تاہم دین اکبری اور اس تہذیبی ارتداد کے سدباب میں حضرت شیخ احمد سرہندی (مجدد الف ثانی) کا کلیدی کردار ہے کہ ان کی اخلاقی و علمی برتری کے سامنے سرکاری و درباری علماء سرنگوں ہوئے اور امت نے سکھ کا سانس لیا کہ اب دین کی حفاظت کا خدائے ذوالجلال کے فضل سے مناسب انتظام ہو گیا۔[۴۷]

خود احتسابی

احتساب کی اہمیت قرآن و سنت میں بیان کی گئی ہے۔ انسان کو جو دنیا کی زندگی ودیعت کی گئی ہے اس کو بسر کرنے کے

۴۵۔ مولانا نجم الحسن تھانوی، علماء کرام اور ان کی ذمہ داریاں (اسلام آباد: دعوۃ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، ۲۰۰۷)، ۱۳.

۴۶۔ شفیع، وحدت امت، ۵۷.

۴۷۔ سید ابوالحسن علی ندوی، تاریخ دعوت و عزیمت (کراچی: مجلس نشریات اسلام، س.ن)، ۹۰-۱۰۱.

بعد اس کے متعلق اللہ کے حضور جوابدہی دینا ہو گی ایسا ہرگز نہیں کہ کھایا پیا اور مر کھپ کر خاک میں مل کر مٹ جائیں گے۔ ارشاد ربانی ہے کہ "لوگ یہ تصور کرتے ہیں کہ وہ یہ کہہ دیں کہ ایمان لے آئے ہیں اور ان کو چھوڑ دیا جائے گا اور انکے دعویٰ پر انکو آزمایا نہ جائے گا، جبکہ ہم نے تم سے پہلے لوگوں کو آزمائش میں مبتلا کیا کہ کون تم میں سے سچا ہے اور کون جھوٹا"[۴۸] حضرت عمر فاروقؓ کا قول جلیل ہے کہ انسان خود اپنا محاسبہ کر لیں قبل اس کے کہ ان سے حساب و کتاب لیا جائے۔ جب لوگوں میں صفات رذیلہ پنپتی اور پھلتی و پھولتی ہیں تو معاشرہ میں بالعموم اور علماء میں بالخصوص خود احتسابی کا عمل مفقود ہو جاتا ہے۔ خود احتسابی کا جذبہ مفقود ہو جانا خوش کن امر نہیں بلکہ موجب ہلاکت امر ہے۔[۴۹]

مبحث سوم: اتحاد امت میں مدارس اور اہل مدارس کا کردار

اتحاد امت کی ضرورت و اہمیت اور اختلاف کے اسباب و علاج پر ماسبق میں گفتگو کی جا چکی ہے۔ اس مبحث میں مدارس اور اہل مدارس کا اتحاد امت میں کردار کو بیان کیا جائے گا۔ اس میں شک و شبہ نہیں ہے کہ اسلام دین وحدت ہے اور اسلام نے ہمہ جہتی تفریقات کا خاتمہ فرمایا ہے۔ فرقہ پرستی و گروہ بندی کا تدارک کرنے کا فریضہ مدارس اور اہل مدارس کا ہے کہ اسلامی تعلیمات کی حقیقی روح کا سبق معاشرہ کو یہیں سے حاصل ہوتا ہے اگر مدارس و مساجد اور مکاتب سے اتحاد و اتفاق کا پرچار اور تفریق و تقسیم کی حوصلہ شکنی کی جائے گی تو معاشرہ الفت و محبت اور وحدت کی صفات حسنہ سے گل گلزار ہو جائے گا۔ مدارس کی تاریخ دار ارقم اور مسجد نبوی کے صفہ چبوترے سے جڑتی ہے، ان ہر دو مقامات سے دین کی دعوت کی پر تاثیری کو دیکھیں تو صحابہ کرام اوس و خزرج اور مہاجر و انصار، رومی و حبشی اور فارسی کی تفریق کو مٹا کر اخوت و بھائی چارگی کی خوبصورت لڑی میں جمع ہو گئے کہ دنیا کو دیکھ کر ان کی محبت پر رشک آتا تھا۔ اکبر الہ آبادی نے کیا خوب کہا ہے۔

در فشانی نے تیری قطروں کو دریا کر دیا　　دل کو روشن کر دیا آنکھوں کو بینا کر دیا
جو خود نہ تھے راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے　　کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

مدرسہ نبویؐ کی خصوصیت

حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ و مدینہ میں صحابہ کرام کی تعلیم و تربیت کے لیے جو مدرسہ قائم کیا اسی کو مثالی مدرسہ قرار دیا جا سکتا ہے کہ اس مدرسہ کی تاسیس ایمان و دعوت دین کے محرک جذبوں اور پختہ عقائد پر کی گئی۔ نبی اکرمؐ نے بزور قوت یا مادی پیشکش کی بجائے صحابہ کرام پر علم کی اہمیت و ضرورت کو واضح کیا۔ حضرت جندب بن عبد اللہ نے بیان کیا ہے کہ

۴۸۔ القرآن، سورۃ العنکبوت، ۲۹: ۲-۳

۴۹۔ ندوی، تحفہ پاکستان، ۶۸-۶۹۔

فتعلمنا الإيمان قبل أن نتعلم القرآن، ثم تعلمنا القرآن فازددنا به إيمانا [۵۰]

ترجمہ: رسول اللہؐ نے ہمیں پہلے ایمان سکھایا اور پھر ہمیں قرآن کی تعلیم دی جس سے ہمارے ایمان میں اور زیادہ اضافہ ہو گیا۔

علم ہی کے ذریعہ سے ظلمت و تاریکی کے بادل چھٹ جاتے ہیں اور علم کی بدولت انسان میں صبر و ضبط اور محبت و الفت رواداری و برداشت کا مادہ پروان چڑھتا ہے۔

آپؐ نے صحابہ کے دلوں میں اس قدر بہتر زندگی کی محبت بٹھادی کہ وہ صحابہ یہ سمجھ گئے کہ حقیقی راحت کے لئے ضروری ہے کہ وہ علم کو اپنا اوڑھنا اور بچھونا بنالیں۔

علم کا اظہار اور علماء کی ذمہ داری

علماء کرام پر لازم ہے کہ وہ کلمہ حق بیان کریں اور امت میں تفریق کی بجائے جوڑ پیدا کرنے کی سعی کریں اور جو کوئی نفرت و بدی کا بیج بوئے اس کے خلاف کلمہ حق کہیں کیونکہ علماء کا فرض ہے کہ وہ علم کو کھل کر بیان کریں۔ احادیث میں علم کو چھپانے والوں کی مذمت میں وارد ہوا ہے کہ

من سئل عن علم علمه ثم كتمه ألجم يوم القيامة بلجام من نار.[۵۱]

ترجمہ: جس سے کوئی علم کی بات پوچھی گئی اور اس نے چھپائی، قیامت کے دن اس کو آگ کی لگام دی جائے گی۔

ارشاد رسولؐ کا ثمر ہے کہ مدینہ منورہ مکمل طور پر غیر اصطلاحی مدرسہ کا نمونہ بن گیا تھا کہ صحابہ کرام علم کو حاصل کرنے اور اس کی تعلیم دینے میں مشغول و مصروف ہوگئے تھے۔ گویا زندگی کے جمیع شعبہ جات سے وابستگان نے خود کو کسب معاش کی ضرورت کی تکمیل اور عائلی ذمہ داریوں سے وقت نکال کر قصداً تحصیل علم میں مشغول و مصروف تھے۔[۵۲]

شہادت حق

انبیاء علیہم السلام کی نیابت کا بار گراں اٹھانے کی وجہ سے علماء کرام کی ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں۔ بالخصوص اس زمانے میں جب معاشرے کے طبقات کے جذبات و احساسات پر گرد پڑ چکی ہو اور لوگ مادیت پرستی و حیاسوزی کے اسیر ہو چکے

۵۰۔ أبو عبد الله محمد بن يزيد بن ماجة القزويني ابن ماجه، سنن ابن ماجه، تحقيق: شعيب الأرنؤوط (بيروت: دار الرسالة العالمية، ۲۰۰۹)، ۱/۴۲ حدیث نمبر ۶۱.

۵۱۔ أبو عيسى محمد بن عيسى الترمذي، سنن الترمذي، تحقيق: بشار عواد معروف (بيروت: دار الغرب الإسلامي، ۱۹۹۶)، ۳/۶۶۴، حدیث نمبر ۲۶۴۹.

۵۲۔ سید ابو الحسن علی ندوی، مدارس اسلامیہ کی ضرورت و اہمیت (کراچی: مجلس نشریات اسلام، س ن)، ۵۹-۶۲.

ہوں۔ یہ وہ لمحہ ہے جب بڑے لوگ اپنی ذمہ داریوں سے غافل اور تنہا ہو کر بیٹھ جاتے ہیں۔ تاہم یہ وہ گھڑی ہے جب علماء کرام کو اپنی ذمہ داری کا بوجھ اتارتے ہوئے غافل انسانی معاشرے کو راہ حق کی طرف گامزن کرنے کے لئے مصروف عمل ہونا چاہیے۔ قرآن کریم میں اس کو " قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ "(۵۳) (اللہ کی طرف سے منتظم اور انصاف کے گواہ) بن کر اپنے کام کا آغاز کرتے ہیں اور لوگوں کو درس و تدریس اور وعظ اور تذکیر کے ذریعہ سے دنیا کی محبت سے بے نیاز کر کے شریعت اسلامیہ کی اتباع اور رجوع الی اللہ اور اطاعت رسول کی طرف گامزن ہونے کی تلقین کرتے نظر آتے ہیں۔[۵۴]

دین حنیف کے پیغام کو عامۃ الناس تک پہنچانے میں افراط و تفریط سے بے نیا ہو نا ضروری ہے اور اس میں ذاتی میلان اور بسند و ناپسند اور کسی فرد یا گروہ سے مرعوب ہوئے بغیر کلمہ حق بلند کرنا اہل علم کی صفت ہے۔ قرآن میں ارشاد ربانی ہے "کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے "(۵۵)

علماء اور دعوت دین

انبیاء کرام کے بعد علماء کو یہ کلیدی ذمہ داری ملی ہے کہ سماج سے کفر و شرک، الحاد و لادینیت، بدعات و انحرافات اور غفلت و جہالت کا مقابلہ کرنا ہے اور علماء نے اپنے اس کردار کو برابر وعد و وعید کے باوجود انجام دیا کہ حکمرانوں کی چیرہ دستیوں کا پامردی سے مقابلہ کیا۔ رسول اکرمؐ کا ارشاد عالی شان ہے کہ "لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي قَائِمَةً بِأَمْرِ اللَّهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ" [۵۶] ترجمہ: میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر علانیہ قائم رہے گا، کسی کے مدد نہ کرنے سے اس کو کچھ نقصان نہ ہو گا۔ علماء کرام جہاں پر دین کی دعوت اور نشر و اشاعت کا انتظام کرتے ہیں۔[۵۷]

غلبہ شریعت میں رکاوٹ

شریعت اسلامیہ کے غلبہ میں حائل رکاوٹوں میں سے ایک رکاوٹ بدعت بھی ہے۔ بدعت کے خلاف بھی علماء کو اپنا کردار کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ بدعت کفر و شرک کے بعد سب سے بڑی برائی ہے۔ بدعت ہر اس عمل کو کہا جاتا ہے جس کا حکم اللہ اور اس کے پیغمبرؐ نے نہ دیا ہو اور اس کو دین میں شامل کر لیا گیا ہو۔ قرآن کریم میں ارشاد جل وعلا ہے کہ "اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا"(۵۸)۔ ترجمہ: میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل

۵۳۔ القرآن، سورۃ النساء، ۱۳۵:۴

۵۴۔ سید ابوالحسن علی ندوی، علماء کا مقام اور ان کی ذمہ داریاں (کراچی: مجلس نشریات اسلام، س ن)۳۶-۳۹.

۵۵۔ القرآن، سورۃ المائدۃ، ۵۴:۵

۵۶۔ الشیبانی، مسند أحمد، ۲۸/ ۱۲۸، حدیث نمبر ۱۶۹۳۲.

۵۷۔ ندوی، علماء کا مقام اور ان کی ذمہ داریاں، ۴۱.

۵۸۔ القرآن، سورۃ المائدۃ، ۳:۵

کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی، اور اسلام کو بطور دین کے تمہارے لیے پسند کیا۔ امام مالکؒ نے فرمایا ہے کہ بدعتی انسان اصل میں نبی مکرمؐ پر بداعتمادی کا اظہار کرتا ہے کہ آپؐ نے شریعت کو مکمل طور پر لوگوں تک نہیں پہنچایا جبھی وہ دین میں بدعات کی داغ بیل ڈالتا ہے۔[۵۹] بدعت کی مذمت میں آقائے نامدارؐ نے بھی ارشاد فرمایا تھا کہ

"وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ"[۶۰]

ترجمہ: اور بدترین بات دین میں نئی بات ایجاد کرنا ہے، اور ہر نئی ایجاد کردہ چیز بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے، اور ہر گمراہی جہنم میں ہوگی۔

تضادات کا خاتمہ

حاملین دین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی زندگی سے تضادات کا خاتمہ کریں۔ بعض مباحات کے استعمال میں تولیت و لعل سے کام لیا جاتا ہے مگر سوء اتفاق ہے کہ مسلمانوں کو منقسم کرنے اور مسلمانوں کے گروہوں کو بذریعہ چغل خوری، غیبت، الزام تراشی، کذب بیانی سے توڑنے کو معیوب نہیں جانا جاتا۔ یہ کھلا تضاد جو انسان کے ظاہری عمل اور باطنی فریب کے مابین واقع ہے اس کا خاتمہ از حد ضروری ہے۔ لہذا انسانی زندگی سے توہین و تحقیر انسانیت، خیانت و چوری اور اپنے منصب کی ذمہ داری کو ادا نہ کرنا، اور سنی سنائی بات کی وجہ سے مسلمانوں کو نقصان پہنچانا مذموم عمل ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد جل شانہ ہے " يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا "[۶۱] اور اسی طرح حدیث نبویؐ میں بھی ارشاد موجود ہے کہ" كفى بالمرء كذبًا أن يحدّث بكلّ ما سمع "[۶۲]۔ انسان کے جھوٹے ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ جو کچھ اس کے کان میں پڑے وہ اس کا چرچا کرنا شروع کر دے۔[۶۳]

قناعت کا جوہر

مسلم معاشرے میں علماء کا کردار اہمیت کے حامل ہے۔ علماء و مشائخ کے تاریخ کی ایک جھلک مصنف "تاریخ گجرات"[۶۴] مولانا حکیم سید عبد الحی حسنی ندوی نے کہا ہے کہ

"بزرگان دین کی سوانح حیات کا مطالعہ کیا جائے تو ان میں اتباع سنت، پیروی شریعت، شب

۵۹۔ إبراهيم بن موسى بن محمد الشاطبي، الاعتصام. تحقيق: سليم بن عيد الهلالي (السعودية: دار ابن عفان، ۱۹۹۲)، ۱/ ۶۴.

۶۰۔ أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب النسائي، السنن الكبرى۔ النسائي، تحقيق: شعيب الأرناؤوط (بيروت: مؤسسة الرسالة، ۲۰۰۱)، ۲/ ۳۰۸ حدیث نمبر ۱۷۹۹.

۶۱۔ القرآن، سورة الحجرات، ۴۹:۶

۶۲۔ النيسابوري، صحیح مسلم، ۱/ ۱۰، حدیث نمبر ۵.

۶۳۔ ندوی، علماء کا مقام اور ان کی ذمہ داریاں، ۶۰.

۶۴۔ سید عبد الحی حسنی ندوی، یاد ایام بعنوان تاریخ گجرات (لکھنؤ: شبلی بک ڈپو، س ن).

بیداری، قرآن و حدیث سے شغف کے تذکروں کی بجائے ان کی جانب غیر فطری و غیر شرعی عادات اطوار کو منسوب کر دیا گیا ہے کہ ان کا کام اللہ سے تعلق و ربط استوار کرنے کی بجائے خرق عادت چیزوں سے جوڑ دیا گیا ہے کہ وہ کسی کو گراتے ہیں تو کسی کو زندہ کرتے ہیں یا پھر کشتیوں کو ڈوبتے ہیں جیسی باتیں ان کی طرف منسوب کر کے ان کی علمی و فکری اور روحانی حیثیت کو مشکوک بنا دیا گیا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ بزرگ اہل علم تھے، ان کو قرآن و حدیث سے بہت شغف اور لگاؤ تھا اور وہ کسی بھی شخص کو مسند ارشاد اس وقت تک نہیں دیتے تھے جب تک اس کے علمی تفوق کا ان کو یقین نہ ہو جاتا افسوس ہے کہ یہ سب باتیں دانستہ یا نادانستہ طور پر انسانوں کی آنکھوں سے اوجھل کر دیا گیا۔"[۶۵]

عصر حاضر میں علماء کرام کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی وضع قطع اور رہن سہن میں تکلف سے اجتناب کریں۔ اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ ایثار و قربانی کے جذبہ کو اختیار کرتے ہوئے شاہوں کی مجالس سے کنارہ کشی بھی علمائے ربانی کی صفات میں سے ایک اہم صفت ہے۔ ضرورت مند ہونے کے باوجود اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دینا اور ان کی ضرورت و حاجت کو پورا کرنا اور خود قناعت کو اختیار کر لینا یہ شان امتیازی ہے جس سے صحابہ کرام متصف تھے۔ قرآن میں ارشاد جل وعلا ہے "خود ضرورت مند ہونے کے باوجود دوسروں پر نثار کر دیتے ہیں"[۶۶]

اتحاد امت کا فارمولہ

اہل حق اور مخلص علماء کرام کی جانب سے اس امر پر گاہے بگاہے غور کیا جاتا رہا ہے کہ دشمنان اسلام کی چیرہ دستیوں سے نبرد آزمائی اور زمانہ میں اسلام اور مسلمانوں کے قائدانہ کردار کو فروغ دینے کے لئے فقہی و کلامی اور دیگر فرعی مسائل پر قابو پایا جائے اس سلسلہ میں کتب و رسائل کی تصنیف و تالیف بھی کی گئی ہیں۔ ذیل میں چند علماء کرام کی جانب سے اتحاد امت کے سلسلہ میں پیش کردہ تجاویز کو پیش کیا جاتا ہے۔

پیغمبرانہ اصول دعوت

علماء کرام کی آراء کو پیش کرنے سے قبل ضروری ہے کہ انبیاء کے طریق دعوت کو پیش کیا جائے۔ تاہم اس میں اس بات کو ضرور ملحوظ خاطر رکھا جائے کہ اس سے مراد حکمت و دانشمندی کے ساتھ تعلیمات اسلام کو فروغ دینا بھی ترجیح ہونی چاہیے البتہ اس میں اس بات کی بالکل اجازت نہیں دی جا سکتی کہ لوگوں کے رعب و دبدبہ کی وجہ سے مداہنت سے کام لیں۔

۶۵۔ ندوی، دعوت فکر و عمل، ۱۷۵.

۶۶۔ القرآن، سورۃ الحشر، ۹:۵۹

قرآن کریم کا صریح حکم ہے کہ " اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ "[67] (لوگوں کو دعوت دیں اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھے انداز سے)۔ اسی طرح ارشاد جل شانہ ہے کہ " وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَیُدْهِنُوْنَ "[68] (وہ چاہتے ہیں کسی طرح تو ڈھیلا ہو تو وہ بھی ڈھیلے ہوں)۔ جبکہ حق بات کے اظہار کا صراحتی حکم قرآن کریم میں نبی اکرمؐ کو دیا گیا کہ " فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ "[69] (جس کا حکم دیا جارہا ہے بیان کریں اور مشرکین کی مخالفت کو نظر انداز کردیں)۔ ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ منصوصات اور شریعت میں کسی طرح کی ترمیم یا مخالفت کی کوششوں کو نظر انداز کیا جائے گا اور توحید و سنت کو کماحقہ بیان کیا جائے گا۔

حفاظت عقیدہ وشریعت

علماء اسلام کے کاندھوں پر اہم ذمہ داری یہ ہے کہ معاشرے کے اثرات سے متاثر ہونے کی بجائے مؤثر بنتے ہوئے زمانے کے تھپیڑوں اور ترغیب و ترہیب سے بے خوف ہو کر شریعت اسلامیہ اور عقائد کے بین اصولوں کی حفاظت کا انتظام کریں۔ اسی بات کا حضور اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے کہ میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔ "إِنَّ أُمَّتِي لَن تَجْتَمِعُ عَلَى ضَلَالَةٍ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ الاخْتِلَاف فَعَلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ الْأَعْظَمِ."[70] لہذا علماء اسلام کی یہ کلیدی ذمہ داری ہے کہ وہ سچ اور جھوٹ، حق اور باطل کو کھول کھول کر عوام الناس پر واضح کریں۔[71]

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ

اتحاد امت کے متعلق یہ تجاویز پیش کی ہیں کہ ایک یہ کہ اتحاد کے داعی کو اپنی دعوت پر کامل یقین ہو اور اس کی افادیت پر پختہ اعتماد، دوسرا یہ کہ وہ زیادتی کرنے والا کسی بھی مسلک و جماعت سے ہو اس کو روکا جائے۔ تیسرا یہ کہ ایک مسلک و مکتب دوسرے مسلک و مکتب کے علماء کی بات کو اطمینان قلب اور خندہ پیشانی سے سننے کا جذبہ رکھتے ہوں۔ چوتھا یہ کہ عظمت رسالت اور تقدس نبوت دین کی بنیاد ہے اس کے متعلق صراحتاً و کنایتاً اہانت پر مبنی عبارات کو حذف کیا جائے، پانچواں نکتہ یہ ہے کہ مسلک و مکتب کے بہی خواہ اپنے ماعد اپر سب و شتم اور الزام تراشی و فتوی بازی سے اجتناب کریں۔[72]

۶۷۔ القرآن، سورۃ النحل، ۱۲۵:۱۶

۶۸۔ القرآن، سورۃ القلم، ۹:۶۸

۶۹۔ القرآن، سورۃ الحجرات، ۹۴:۱۵

۷۰۔ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، ۹۶/۵، حدیث نمبر ۳۹۵۰.

۷۱۔ سید ابوالحسن علی ندوی، تحفہ دکن (لکھنو: مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، ۱۹۸۳)، ۴۲-۴۳.

۷۲۔ چشتی، امت مسلمہ کا عروج و زوال، ۱۱۶.

مولانا عبد الستار خان نیازیؒ

مولانا نے چار نکاتی اتحاد امت کا فارمولہ پیش کیا۔ اول یہ کہ پاکستان کی تمام جماعتیں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور شاہ عبد العزیز محدث دہولیؒ کے افکار و نظریات پر متفق ہیں لہذا ان کو اختلافی مسائل میں رہنما تسلیم کرتے ہوئے اختلافات کو حل کیا جائے۔ دوم یہ کہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی چشتی صابریؒ کی عظمت و مرتبہ کو سب لوگ تسلیم کرتے ہیں ان کی کتاب ہفت مسلہ کی روشنی میں اختلافات کو حل کرنا چاہیے۔ سوم یہ کہ مولانا خلیل احمد انبیٹھوی کی کتاب المہند علی المفند جو کہ مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی کی کتب حسام الحرمین اور الدولۃ المکیہ کے جواب میں لکھی گئی پر عمل کیا جائے۔ چہارم یہ کہ اپنے مسلک و مکتب پر عمل کیا جائے اور دوسرے کہ مکتب و مسلک پر اعتراض سے اجتناب کیا جائے۔[۷۳]

مفتی محمد شفیع عثمانیؒ

مفتی صاحب نے اتحاد امت کی فضا کو قائم رکھنے کے لئے حسب ذیل سفارشات پیش کی ہیں۔

۱۔ علماء کرام اپنی جہود کا محور و مرکز ان موضوعات کو بنائیں جن کی طرف قرآن و سنت نے دعوت دی ہے۔ درس و تدریس اور دیگر سرگرمیوں میں اس پر زیادہ وقت صرف کرنے کا عزم و فیصلہ کریں۔

۲۔ نظریاتی و اجتہادی اختلافات کو علمی حلقوں اور تصنیف و تالیف تک محدود رکھا جائے اور ان موضوعات کو جلسہ، جلوسوں اور عامۃ الناس کے مجمع میں بیان کرنے اور سب و شتم اور بے نتیجہ مناظرہ و مناقشہ اور بازاری زبان سے اجتناب کیا جائے۔

۳۔ معاشرہ میں فروغ پاتی خرابیوں کی اصلاح کے لئے مشفقانہ لہجہ اختیار کیا جائے۔

۴۔ الحاد و بے دینی کے خلاف پیغمبرانہ دعوت اصلاح وارشاد کو رہنماء بناتے ہوئے مجادلہ حسن کو اختیار کیا جائے۔[۷۴]

خلاصہ کلام

مقالہ ہذا میں میں قرآن و سنت نبویہؐ کی روشنی میں اتحاد امت کی ضرورت و اہمیت اور افادیت اور اس کے تقاضوں کو بیان کیا گیا ہے۔ جس میں حضورؐ کے ارشادات اور اقوال و اعمال صحابہ کو درج کیا گیا۔ مقالہ میں اختلاف کے اسباب و علاج کو پیش کیا گیا جن میں اختلاف پیدا ہونے کے وجوہ اور اختلاف کے مضمرات کو قرآن کریم اور تعلیمات نبویہؐ کی روشنی میں درج کرنے کے ساتھ علماء کرام کے اقوال کو پیش کیا گیا۔ اور مقالہ میں اتحاد امت میں مدارس اور اہل مدارس کے کردار پر روشنی ڈالی گئی ہے اور معاشرے کی اصلاح وارشاد پیغمبرانہ دعوت کا اسلوب و منہج اور اتحاد و اتفاق کی سبیل کو قائم رکھنے کے لئے علماء کرام کی جانب سے پیش کردہ فارمولہ اتحاد کو بھی درج کر دیا گیا ہے۔

۷۳۔ چشتی، امت مسلمہ کا عروج و زوال، ۱۱۶۔

۷۴ شفیع، وحدت امت، ۵۵-۵۶۔

اس مقالہ میں یہ بیان کرنے کی سعی کی گئی ہے کہ امت مسلمہ اپنے اجتہادی وفقہی اور کلامی اختلافات کی موجودگی کے باوجود باہم متحد ومتفق رہ سکتے ہیں بس اس کے لئے عزم وارادہ کی ضرورت ہے۔ اور اس کے ساتھ ضروری ہے کہ امت کے افراد ذاتی اغراض ومقاصد، مفادات، جہالت اور حب مال وجاہ سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہوئے قرآن وسنت کے بین رہنما اصولوں کو اختیار کر کے وحدت کی لڑی میں جڑ جائیں اور خود اپنے مسلک پر عمل کرنے کے ساتھ دوسرے مسلک کے افراد کا احترام دل سے نہ نکالیں اور اگر مسلمان اپنی ساری صلاحیتوں کو دشمنان اسلام کفر، الحاد اور زندقہ اور اباحیت وبدعملی کے خلاف صرف کرنا شروع کر دیں تو ان کو اختلافات فرعی میں الجھنے کی فرصت ہی نہیں مل پائے گی۔ اخلاص ورضا خداوندی کو حاصل کرنے کے لئے اپنے قلم وزبان کو جنبش دیں جس کی بدولت امت مسلمہ اپنی عظمت رفتہ کو بحال کرنے میں کامیاب ہو پائے گی۔

نتائج وسفارشات

پاکستان میں بسنے والے شہریوں میں اتحاد واتفاق کو پیدا کرنے کے لئے چند سفارشات پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ انسانیت، اسلامیت اور پاکستانیت کو اپنا شعار بنائیں کہ کوئی انسان کسی بھی مذہب، مسلک سے وابستہ ہے تو رہے مگر بحیثیت انسان اور پاکستانی اس کو عزت واحترام سے نوازا جائے۔

۲۔ معاشرہ میں دینی تعلیم وتربیت کا اہتمام از حد ضروری ہے کہ اس کے بغیر اتحاد واتفاق کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا اس سلسلہ میں مساجد ومدارس اپنا کلیدی کردار ادا کر سکتے ہیں۔

۳۔ علمی وفکری اختلاف پر مبنی امور کو عوامی اجتماعات میں بیان کرنے سے احتراز کیا جائے۔

۴۔ وحدت تعلیم کے تصور کو فروغ دینے کی ضرورت ہے جبھی مسلم نوجوان دین ودنیا دونوں میں سماج کی حقیقی رہنمائی کرنے کے قابل ہونگے۔

۵۔ دین کی دعوت دینے والوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ نرم خورویہ اور بہترین اسلوب سے دین کی دعوت کو پیش۔

مصادر ومراجع

القرآن مجید

ابن ماجه، أبو عبد الله محمد بن يزيد بن ماجة القزويني. سنن ابن ماجه. تحقيق: شعيب الأرنؤوط. بيروت: دار الرسالة العالمية، ۲۰۰۹.

البيهقي، أبو بكر أحمد بن الحسين. شعب الإيمان. تحقيق: أبو هاجر محمد السعيد بن بسيوني زغلول. بيروت: دار الكتب العلمية، ۲۰۰۰.

الترمذي، أبو عيسى محمد بن عيسى. سنن الترمذي. تحقيق: بشار عواد معروف. بيروت: دار الغرب الإسلامي، ۱۹۹۶.
الشاطبي، إبراهيم بن موسى بن محمد. الاعتصام. تحقيق: سليم بن عيد الهلالي. السعودية: دار ابن عفان، ۱۹۹۲.
الشيباني، أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل. مسند أحمد. بيروت: مؤسسة الرسالة، ۲۰۰۱.
النسائي، أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب. السنن الكبرى-النسائي. تحقيق: شعيب الأرناؤوط. بيروت: مؤسسة الرسالة، ۲۰۰۱.
النيسابوري، أبو الحسين مسلم بن الحجاج القشيري. صحيح مسلم. بيروت: دار إحياء التراث العربي، ۱۹۵۵.
بخاري، أبو عبد الله محمد بن إسماعيل. صحيح البخاري. بيروت: دار طوق النجاة، ۱۴۲۲.
تھانوی، مولانا نجم الحسن. علماء کرام اور ان کی ذمہ داریاں. اسلام آباد: دعوۃ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، ۲۰۰۷.
چشتی، پروفیسر حبیب اللہ. امت مسلمہ کا عروج وزوال. لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۲۰۱۵.
شفیع، مفتی محمد. وحدت امت. لاہور: طارق اکیڈمی، ۲۰۰۴.
گیلانی، مولانا مناظر احسن. پاک وہند میں مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت. لاہور: مکتبہ رحمانیہ، س ن.
ندوی، سید ابو الحسن علی. اسلامی بیداری. اسلام آباد: دعوۃ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، ۲۰۰۵.
______. تاریخ دعوت وعزیمت. کراچی: مجلس نشریات اسلام، ۲۵۲۵.
______. تحفہ دکن. لکھنو: مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، ۱۹۸۳.
______. دعوت فکر وعمل. لکھنو: مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، ۲۰۰۳.
______. علماء کا مقام اور ان کی ذمہ داریاں. کراچی: مجلس نشریات اسلام، س ن.
ندوی، سید ابو الحسن علی. تحفہ پاکستان. کراچی: مجلس نشریات اسلام، ۱۹۸۴.
______. حالات کا نیا رخ اور علماء ودانشور طبقہ کی ذمہ داریاں. علی گڑھ: علامہ ابو الحسن علی ندوی ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ، ۲۰۱۴.
______. حدیث پاکستان. کراچی: مجلس نشریات اسلام، ۱۹۷۹.
______. مدارس اسلامیہ کی ضرورت واہمیت. کراچی: مجلس نشریات اسلام، س ن.
ندوی، سید عبد الحی حسنی. یاد ایام بعنوان تاریخ گجرات. لکھنو: شبلی بک ڈپو، س ن.
ندوی، مولانا سراج الدین. رسول خدا کا طریق تربیت. لاہور: اسلامی پبلی کیشنز، ۲۰۱۷.